14 /فروری 1961

از عدالت الاعظمیٰ

سی۔محمد یونس
بنام
سید النساء و دیگران

(جے۔ایل۔کپور، ایم۔ہدایت اللہ اور جے۔سی۔شاہ، جسٹسز)

مسلم قانون۔مذہبی وقف۔اضافی آمدنی کو خاندان کے ممبروں میں تقسیم کیا جائے گا۔خواتین کے ذریعہ دعویٰ۔اگر رسم و رواج یا پرسنل لاء کے ذریعہ چلایا جاتا ہے۔مسلم پرسنل لاء (شریعت) اپلی کیشن ایکٹ، 1937 (26 آف 1937)، جیسا کہ مسلم پرسنل لاء (شریعت) اپلی کیشن (مدراس ترمیمی) ایکٹ، 1949 (مدراس 18 آف 1949) کی دفعہ 2 میں ترمیم کی گئی ہے۔

معیاد۔نتیجہ خیز راحت کے ساتھ استقرار یہ مقدمہ۔اگر قابل سماعت۔مقدمہ دائر کرنے کا حق۔حساب کتاب۔انڈین لمیٹیشن ایکٹ، 1908 (1908 کا نواں)، آرٹیکل 120۔

ایک اسکیم کے تحت درگا اور ایک مسجد کے انتظام کے لئے ایک بورڈ آف ٹرسٹیز مقرر کیا گیا تھا جس کی دیکھ بھال کے لئے کرناٹک کے نواب نے انعام میں دو گاؤں کی اجازت دی تھی۔اخراجات کی تقسیم کے بعد ادارے کی آمدنی طویل عرصے سے چار خاندانوں کی اولادوں کے ذریعہ مساوی حصہ میں تقسیم کی گئی تھی۔اس اسکیم میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ اضافی آمدنی مذکورہ چار کنبوں کے ممبروں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ان کی اولاد میں سے ایک کی موت ہوگئی جس سے اس کی بیوی اور دو بیٹیاں بچ گئیں جنہیں درخواست گزار کے والد نے "عرس" کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالی تھی۔

مذکورہ مسلم خواتین ممبران نے یہاستقراریہ کرنے کے لئے مقدمہ دائر کیا کہ وہ جائیدادوں سے لطف اندوز ہونے اور درگا کاانتظام کرنے،عرس کا تہوار ادا کرنے اور اپنی باری کے مطابق ہر آٹھ سال میں ایک بار اس کی تمام آمدنی،عطیات اور مراعات حاصل کرنے کی حقدار ہیں۔ درخواست گزار نے یہ دلیل دیتے ہوئے آمدنی میں حصہ لینے کے حق سے انکار کر دیا تھا کہ خاندان میں رواج کے مطابق،خواتین کو وراثت سے باہر رکھا گیا ہے اور یہ دعویٰ معیاد کے قانون کے تحت ممنوع ہے اور کسی بھی صورت میں، محضا ستقراریہ کا مقدمہ قابل سماعت نہیں ہے۔

اس کا ماننا تھا کہ حقوق کے استقراریہ کا مقدمہ جس کے نتیجے میں حکم امتناع کے نتیجے میں ریلیف مل سکتا ہے، استقراریہ کا مقدمہ نہیں ہے۔ یہ مزید راحت کے ساتھ استقراریہ کے لئے ایک مقدمہ تھا اور انڈین لمیٹیشن ایکٹ کے آرٹیکل 120 کے تحت صرف اس وجہ سے روک نہیں دیا گیا تھا کہ مقابلہ کرنے والے مدعاعلیہ نے اس حق کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ آرٹیکل 120 کے تحت متعین چھ سال کی مدت کا حساب اس تاریخ سے لگایا جائے گا جب مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہوا تھا اور مقدمہ کرنے کا کوئی حق اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ مقدمے میں بیان کردہ حق اور اس کی خلاف ورزی یا کم از کم اس حق کی خلاف ورزی کی واضح اور واضح دھمکی نہ ہو۔

اگر قانون کے تحت کوئی شخص کسی جائز حق کا حقدار تھا تو محض اس حق سے انکار اس حق کے حقدار شخص کے خلاف حد بندی کی مدت طے نہیں کرے گا۔

مزید برآں، 1937 کے شریعت ایکٹ 26 کے نفاذ کے بعد، جیسا کہ 1949 کے مدراس ایکٹ 18 میں ترمیم کی گئی تھی، مسلم پرسنل لا ان تمام معاملات میں لاگو ہوتا ہے جو کسی بھی رسم و رواج یا استعمال کے باوجود مخصوص معاملات سے متعلق ہیں، یہاں تک کہ اپیل کے مرحلے میں بھی، اگر اس ایکٹ کے تحت متعین کردہ دیگر شرائط پوری کی جاتی ہیں۔

کنج بہاری پرساد جی پرشوتم پرساد جی بنام کیشو لال ہیرالال، (1904) آئی ایل آر 28 بمبئی 567 پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

سید روشن علی بنام ماؤنٹ رحمت بی بی اور دیگر، اے آئی آر 2191943، ناپسندیدہ۔

دیوانی اپیل کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 512 آف 1957۔

مدراس ہائی کورٹ کے 29 اگست 1952 کے فیصلے اور فرمان کے ذریعے 1946 کی دوسری اپیل نمبر 2349 میں اپیل کی گئی۔

درخواست گزار کی طرف سے عزیز الدین اور کے آر چودھری۔

جواب دہندگان نمبر 1 اور 2 کے لئے شوکت حسین اور پی سی اگروال

14 / فروری 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس شاہ ۔ ریاست مدراس کے ضلع چنگل پٹ کے گاؤں کیولونگ میں ایک قدیم درگاہ ہے جس میں ایک مسجد ہے۔ کرناٹک کے نواب نے درگاہ اور مسجد کی دیکھ بھال کے لئے انعام میں دو گاؤں دیئے تھے۔ درگاہ اور مسجد کا دورہ کرنے والے عقیدت مندوں کی طرف سے نذرانہ بھی وصول کیا گیا۔ "صندل"، اور "عرس" کے اخراجات تقسیم کرنے اور غریبوں کو کھانا کھلانے کے بعد ادارے کی آمدنی طویل عرصے سے چار خاندانوں کی اولادوں نے مساوی حصہ میں تقسیم کی ہے۔ رواج کے مطابق خواتین اور خواتین کے ذریعے دعویٰ کرنے والے افراد کو آمدنی کا حصہ حاصل کرنے سے باہر رکھا گیا تھا اور آمدنی مردوں کی لائن میں اترنے والے مردوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ 1940 کے ماتحت جج، چنگلپٹ کی فائل کے اصل مقدمہ نمبر 27 میں درگا اور مسجد کے انتظام کے لئے ایک اسکیم تیار کی گئی تھی اور اس مقصد کے لئے ایک بورڈ آف ٹرسٹی مقرر کیا گیا تھا۔ اس اسکیم کے ذریعے، اضافی آمدنی کو چار کنبوں کے ممبروں میں تقسیم کرنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

درج ذیل شجرہ نسب میں فخر الدین کا تعلق ان چار خاندانوں میں سے ایک سے تھا جنہوں نے یہ آمدنی حاصل کی تھی۔

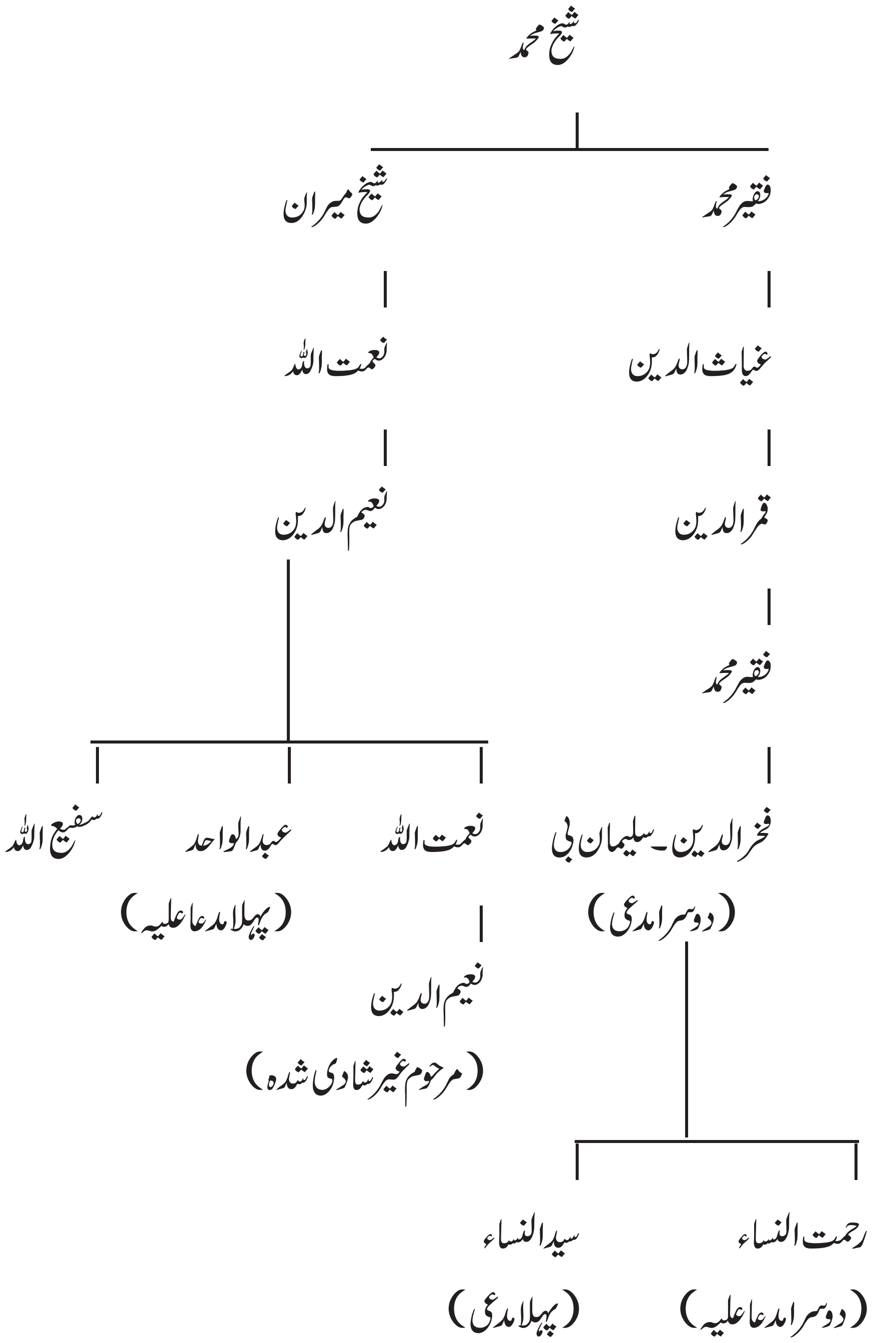

شیخ محمد کی اولاد کی حیثیت سے فخرالدین کو آمدنی کا آٹھواں حصہ ملا۔ وہ آٹھ سال میں ایک بار" عرس" کی تقریب انجام دینے کے حقدار دوسروں کے ساتھ بھی انتظامات کرتے تھے۔1921ء میں ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی اہلیہ سلیمان بی اور دو بیٹیاں رحمت النساء اور سیدالنساء رہ گئیں۔ سلیمان بی مدعی نمبر2 اور رحمت النساء اور سیدالنساء 1937 کے مقدمہ نمبر156 میں بالترتیب مدعی نمبر2 اور مدعی نمبر1 ہیں۔

سنہ 1926ء میں فخرالدین کی باری تھی کہ وہ" عرس" ادا کریں اور مدعی کا دعویٰ ہے کہ یہ کام فخرالدین کی بیوہ اور بیٹیوں کی طرف سے ان کے نائبین نے انجام دیا تھا۔ اگلی باری1934ء میں آئی، لیکن عرس کی ادائیگی میں مدعی اور مدعا علیہ نمبر 2 کو شیخ محمد کے خاندان کی دوسری شاخ سے تعلق رکھنے والے عبدالواحد ولد

نعیم الدین نے روکا۔اس کے بعد مدعی نمبر 1 اور 2 نے 1937 کے مقدمہ نمبر 156 کو چنگل پٹ کے ضلع منصف کی عدالت میں دائر کیا تا کہ یہاستقرار یہ کیا جا سکے کہ منسلک شیڈول میں بیان کردہ جائیدادوں سے لطف اندوز ہونے اور درگاہ کا انتظام کرنے،" عرس" تہوار ادا کرنے اور 1934 سے ہر آٹھ سال میں ایک بار اس کی تمام آمدنی ،عطیات اور مراعات حاصل کرنے کے حقدار ہیں۔انہوں نے عبدالوہاب کو اس سلسلے میں ان کے حقوق میں مداخلت کرنے سے روکنے کے لئے ایک حکم نامہ کا بھی دعوی کیا۔فخر الدین کی سب سے بڑی بیٹی رحمت النساء کو مدعا علیہ نمبر 2 کے طور پر نامزد کیا گیا تھا۔مقدمہ زیر التوا رہنے کے دوران عبدالواحد مدعا علیہ نمبر 1 کی موت ہو گئی اور مدعا علیہان 4 سے 10 جنھیں عبدالواحد کی بیٹی کو خارج کرنے کے لیے وارث اور قانونی نمائندوں کے طور پر ان کی اپنی درخواست پر ریکارڈ پر لایا گیا تھا، نے مقدمے کا دفاع کیا۔انہوں نے مدعی کو آمدنی میں حصہ دینے کے حق سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ خاندان میں رواج کے مطابق خواتین کو وراثت سے باہر رکھا گیا ہے،"پیشیم" ، " خطیب" اور" مجاور" کے عہدے صرف مردوں کے پاس ہو سکتے ہیں اور خواتین کو ان عہدوں سے خارج کر دیا گیا ہے، مدعی کے دعوے کو معیاد کے قانون کے تحت ممنوع قرار دیا گیا ہے اور کسی بھی صورت میں صرف استقرار یہ کے لئے مقدمہ قابل سماعت نہیں ہے۔

ٹرائل جج نے فیصلہ سنایا اور اپیلٹ کورٹ نے اس سے اتفاق کیا کہ اداروں میں ایک دیرینہ روایت ہے جس کے تحت مدعی کو خدمات انجام دینے یا آمدنی ،مراعات اور مراعات میں حصہ لینے سے روکا جاتا ہے اور اس وجہ سے مدعی ان خدمات کو انجام دینے اور اضافی آمدنی سے لطف اندوز ہونے کے حقدار نہیں ہیں، اور اس کے مطابق وہ حکم امتناع کے استقرار یہ کے حقدار نہیں ہیں۔ دوسری اپیل میں مدراس ہائی کورٹ نے کہا کہ شریعت ایکٹ 1937 کے تحت ادارے سے حاصل ہونے والی آمدنی کو فریقین کے پرسنل لاء کے مطابق بانٹنا ہوگا اور مدعی کے دعوے کو معیاد کے قانون کے تحت روکا نہیں گیا ہے اور نہ ہی مقدمہ اس اعتراض کے لئے کھلا ہے کہ یہ قابل سماعت نہیں ہے۔ہائی کورٹ کی جانب سے منظور کردہ فرمان کے خلاف آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت خصوصی اجازت کے ساتھ اس اپیل کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ہمارے خیال میں جو مقدمہ تیار کیا گیا ہے وہ قابل سماعت ہے۔ادارے کا نظم ونسق ٹرسٹیوں کے سپرد ہے۔ یہ سچ ہے کہ یہ چاروں خاندان روایت کے مطابق مخصوص تقریبات میں کام کرنے اور ان کی انجام دہی کرنے اور آمدنی میں حصہ لینے کے حقدار ہیں۔حکم امتناع کے نتیجے میں ریلیف کے ساتھ استقرار یہ کا مقدمہ، استقرار یہ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ مزید راحت کے ساتھ استقرار یہ کے لئے ایک مقدمہ

ہے۔کسی مخصوص کیس میں کسیا ستقراریہ کے نتیجے میں حاصل ہونے والی مزید راحت کافی ہے یا نہیں، اس کا انحصار ہمیشہ ہر کیس کے حقائق اور حالات پر ہونا چاہیے۔

کنج بہاری پرساد جی پرشوتم پرساد جی بمقابلہ کیشو لال ہیرالال کے معاملے میں یہ کہا گیا تھا کہ مخصوص ریلیف ایکٹ کی دفعہ 42 عدالت کو استقراریہ اور حکم امتناع کے لئے مقدمہ خارج کرنے کا اختیار نہیں دیتی ہے اور یہ کہ حکم امتناع مخصوص ریلیف ایکٹ کی دفعہ 42 کے معنی میں ایک اور راحت ہے۔اس معاملے میں مدعی نے دعویٰ کیا تھا کہ ایک مخصوص وصیت کالعدم ہے اور گدھی کے آخری مالک کا قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے وہ اس آخری مالک کی جگہ آچاریہ بننے کا حقدار ہے اور مدعا علیہان کو گاڈی پر اس کے قبضے میں کسی قسم کی رکاوٹ ڈالنے سے روکتا ہے۔ یہ مانا گیا تھا کہ اس طرح کا مقدمہ قابل سماعت ہے۔

ادارے کی اضافی آمدنی ٹرسٹیز کے ذریعہ تقسیم کی جاتی ہے اور مدعی آمدنی حاصل کرنے کے حق کے استقراریہ کا مطالبہ کرر ہے ہیں اور مدعا علیہان کو ان کے حق کے استعمال میں مداخلت کرنے سے روکنے کا حکم بھی چاہتے ہیں۔ ہائی کورٹ نے کہا کہ مدعی نمبر 1 مقدمے کی تاریخ 19 سال کی تھی اور وہ اپنے حق کے نفاذ کے لئے مقدمہ دائر کرنے کی حقدار ہے، بھلے ہی اس کی اقلیت کے دوران حد بندی کی مدت اس تاریخ سے تین سال کے اندر ختم ہوگئی ہو جس پر اس نے انڈین لمیٹیشن ایکٹ کی دفعہ 6 اور 8 کی بنیاد پر اکثریت حاصل کی تھی۔اس بنیاد کے علاوہ جو دعوے کے دعوے کو بچاتا ہے۔ پہلا مدعی، حق کے استقراریہ کے لئے مقدمہ اور مدعا علیہان کو اس حق کے استعمال میں مداخلت سے روکنے کا حکم امتناعی لمیٹیشن ایکٹ کے آرٹیکل 120 کے تحت چلایا جاتا ہے اور اس طرح کے مقدمے میں مقدمہ کرنے کا حق اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کارروائی کی وجہ سامنے آتی ہے۔فخرالدین کے ماتحت دعویٰ کرنے والے مدعی نے اس ادارے میں اپنے حقوق کا استقراریہ حاصل کرنے کے لئے مقدمہ دائر کیا جو ٹرسٹیوں کے انتظام میں تھا اور ہے۔ٹرائل جج نے کہا کہ مدعی 1921 سے فخرالدین کے حصے سے لطف اندوز نہیں ہور ہے ہیں اور فخر الدین کی موت کی تاریخ سے 12 سال سے زائد عرصے تک مدعی کی جانب سے دائر مقدمے پر پابندی عائد کی جانی چاہیے، لیکن انہوں نے لمیٹیشن ایکٹ کے پہلے شیڈول میں کسی مخصوص آرٹیکل کا حوالہ نہیں دیا جس نے مقدمے کو روک دیا ہو۔ یہ ظاہر نہیں کیا گیا ہے کہ ٹرسٹیز نے کبھی بھی مدعی اور مدعا علیہ نمبر 2 کے حق سے انکار کیا ہے یا اس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔اور اگر ٹرسٹیز اپنے حقوق سے انکار نہیں کرتے ہیں، تو ہمارے خیال میں، فخرالدین کے وارثوں کے حقوق کے استقراریہ کے مقدمے کو لمیٹیشن ایکٹ کے آرٹیکل 120

کے تحت صرف اس وجہ سے روکا نہیں جائے گا کہ مقابلہ کرنے والے مدعا علیہ نے اس حق کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ آرٹیکل 120 کے تحت مقرر کردہ چھ سال کی مدت کا حساب اس تاریخ سے لگایا جانا چاہیئے جب مقدمہ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور مقدمہ کرنے کا کوئی حق اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ مقدمے میں بیان کردہ حق اور اس کی خلاف ورزی یا کم از کم اس حق کی خلاف ورزی کی واضح اور واضح دھمکی نہ ہو۔ اگر ٹرسٹیز حصہ دینے کے لئے تیار تھے اور کیس کے ریکارڈ پر یہ فرض کیا جانا چاہیئے کہ وہ کسی اسکیم کے تحت مقرر کردہ ٹرسٹی ہونے کے ناطے مدعی کو آمدنی میں حصہ سمیت ان کے جائز حقوق کی اجازت دینے کے لئے تیار ہوں گے اگر قانون کے تحت وہ اس کے حقدار ہیں، مدعی اور مدعا علیہ نمبر 2 کے حقوق سے مدعا علیہان کی طرف سے انکار کرنے سے ان کے خلاف حد کی مدت طے نہیں ہوگی۔

ٹرائل کورٹ کے ساتھ ساتھ پہلی اپیلیٹ کورٹ نے شواہد کا تفصیلی جائزہ لیا کہ اداروں کے بارے میں ایک قدیم روایت موجود ہے جس کے تحت مدعی خدمات انجام دینے یا آمدنی، تنخواہوں اور مراعات میں حصہ لینے کے حقدار نہیں تھے۔ لیکن 1937 کے شریعت ایکٹ 26 کے نفاذ کے بعد سے، اس رواج کو خاندان کے ممبروں پر لاگو نہیں سمجھا جانا چاہیئے۔ ایکٹ کی دفعہ 2 کے ذریعہ، اسے مندرجہ ذیل طور پر نافذ کیا گیا تھا:

"ریاست کی جانشینی کے بارے میں تمام سوالات (زرعی زمینوں سے متعلق سوالات کو چھوڑ کر) میں کسی بھی رسم و رواج یا استعمال کے باوجود، خواتین کی خصوصی جائیداد، بشمول ذاتی جائیداد جو معاہدے یا تحفے کے تحت وراثت میں ملی یا حاصل کی گئی ہے، شادی، شادی، طلاق، الہ، زیارت، لیان، خلع اور مبارات، دیکھ بھال، ڈوور، سرپرستی، تحائف، ٹرسٹ اور ٹرسٹ جائیدادیں اور وقف (خیراتی اداروں اور خیراتی اداروں اور خیراتی اور مذہبی عطیات کے علاوہ) ان معاملات میں فیصلہ کرنے کا قاعدہ مسلم پرسنل لا (شریعت) ہوگا۔

شریعت ایکٹ 1937 کے تحت خیراتی اداروں اور خیراتی و مذہبی عطیات سے متعلق سوالات میں رسم و رواج یا استعمال غالب رہے گا۔ لیکن مرکزی مقننہ کے ذریعہ نافذ کردہ ایکٹ میں 1949 کے مدراس ایکٹ 18 اور ترمیم شدہ دفعہ 2 کے ذریعہ ترمیم کی گئی تھی:

"اس کے برعکس کسی بھی روایت یا استعمال کے باوجود، خواتین کی خصوصی جائیداد، بشمول وراثت میں ملی یا معاہدے کے تحت حاصل کردہ ذاتی جائیداد، یا تحفہ یا پرسنل لاء کی کسی بھی دوسری شق، شادی، شادی کی تحلیل، بشمول تلک، ایلا، زہر، لیان، خلع اور مبارات، دیکھ بھال، ڈوور، سرپرستی، تحائف، ٹرسٹ اور

ٹرسٹ کی جائیدادوں اور اوقاف کے بارے میں تمام سوالات میں فیصلہ کا قاعدہ ہوگا جن میں فریقین مسلمان ہیں۔ مسلم پرسنل لاء (شریعت)۔

واضح طور پر اس قانون کے ذریعے ریاست کی جانشینی اور دیگر مخصوص معاملات بشمول وقفوں سے متعلق تمام سوالوں میں" فیصلے کی حکمرانی" مسلم پرسنل لا ہے۔ترمیم شدہ ایکٹ کی شرائط واضح ہیں۔عام طور پر ایک قانون جو موجودہ قوانین کے تحت حاصل حقوق کو چھین لیتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے، یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کا سابقہ آپریشن نہیں ہے۔ جہاں ذاتی حقوق متاثر ہوتے ہیں اور سوال طریقہ کار کا نہیں ہے، وہاں ایک مفروضہ ہے کہ مقننہ کا ارادہ ذاتی حقوق کو تبدیل کرنے کا نہیں تھا۔لیکن سوال ہمیشہ مقننہ کے ارادے کا ہوتا ہے کہ اسے قانون میں استعمال ہونے والی زبان سے اکٹھا کیا جائے۔ کسی قانون سازی کی تشکیل میں عدالت اس مفروضے کے ساتھ شروعات کرتی ہے کہ اگر قانون سازی ذاتی حقوق پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتی ہے تو اس مفروضے کی تردید مقننہ کی جانب سے استعمال کی جانے والی زبان کے طول وعرض سے کی جاسکتی ہے۔شریعت ایکٹ میں یہ واضح طور پر نافذ کیا گیا ہے کہ مخصوص معاملات سے متعلق تمام سوالات میں، جن معاملات میں فریق مسلمان ہیں،" فیصلے کا قاعدہ" مسلم پرسنل لاء ہوگا۔حکم امتناعی عدالت کے خلاف ہدایت کی گئی ہے: یہ حکم دیا گیا ہے کہ مخصوص معاملات سے متعلق تمام معاملات میں مسلم پرسنل لاء کا اطلاق کیا جائے، قطع نظر اس کے کہ اس کے برعکس کوئی رسم یا استعمال ہو۔مقننہ کا ارادہ واضح نظر آتا ہے۔ یہ قانون ان تمام مقدمات اور کارروائیوں پر لاگو ہوتا ہے جو اس تاریخ کو زیر التوا تھے جب یہ ایکٹ نافذ ہوا تھا اور اس تاریخ کے بعد دائر مقدمات اور کارروائیوں پر بھی۔ یہ سچ ہے کہ جن مقدمات اور کارروائیوں کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے وہ شریعت ایکٹ کے نفاذ سے متاثر نہیں ہوں گے، لیکن اگر کوئی مقدمہ یا کارروائی اس قانون کے نفاذ کی تاریخ کو بھی اپیل میں زیر التوا ہے، تو فیصلے کے لئے لاگو قانون مسلم پرسنل لاء ہوگا اگر ایکٹ کے ذریعہ مقرر کردہ دیگر شرائط کو پورا کیا جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں ہائی کورٹ کا یہ کہنا درست تھا کہ وہ مدراس ایکٹ 18 1949 میں ترمیم شدہ شریعت ایکٹ کی دفعات کو مدعی کے ذریعے دائر مقدمے پر لاگو کرنے کا پابند ہے۔

ہم سید روشن علی بمقابلہ مہتر مار حمت بی بی کے معاملے میں لاہور ہائی کورٹ کے اس موقف سے اتفاق کرنے سے قاصر ہیں کہ 1937ء (جس تاریخ پر شریعت ایکٹ نافذ کیا گیا تھا) سے پہلے یہ دعویٰ کرنے کا حق حاصل کیا گیا تھا کہ آخری مالک کی بیوہ کی جانب سے علیحدگی، جس نے رسم و رواج کے تحت اپنے شوہر کی چھوڑی ہوئی معمیاد جائیداد میں کامیابی حاصل کی تھی، اس پر پابندی عائد نہیں تھی۔ مسلم پرسنل لا (شریعت) اپلی کیشن ایکٹ 1937 کے نفاذ سے اس کو چھینا نہیں گیا تھا۔ یہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ عدالت

نے صرف پس منظر کے خلاف عام مفروضے پر کارروائی کی اور ایسا لگتا ہے کہ ان کی توجہ مقننہ کی طرف سے سیکشن 2 کو سابقہ آپریشن دینے کے لئے استعمال کیے جانے والے جملے کی طرف نہیں تھی۔

مدعا علیہان کے وکیل کی جانب سے دائر کی گئی عرضی میں کہا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لاء کے تحت بھی خواتین کو "پیشیم"، "خطیب" اور "مجاور" کے عہدوں کی انجام دہی سے باہر رکھا گیا ہے اور وہ نائبین کے ذریعہ بھی ان عہدوں کے فرائض انجام نہیں دے سکتیں۔ ٹرائل کورٹ نے پایا ہے کہ ان دفاتر کے فرائض نائبین کے ذریعہ انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ پہلی اپیلیٹ کورٹ نے اس سوال پر کوئی رائے ظاہر نہیں کی اور ہائی کورٹ کے سامنے یہ سوال پیش نہیں کیا گیا۔ ہمیں نہیں لگتا کہ ہم مقابلہ کرنے والے مدعا علیہان کو اس اپیل میں اس سوال پر بحث کرنے کی اجازت دینے میں حق بجانب ہوں گے۔ بہرحال اگر یہ آمدنی چار خاندانوں میں تقسیم کی جا رہی ہو تو مدعی اور مدعا علیہ نمبر 2 جو فخر الدین کے تحت دعویٰ کرتے ہیں وہ شریعت ایکٹ کی دفعات کی بنیاد پر اس آمدنی کو حاصل کرنے کے حقدار ہوں گے۔ ریکارڈ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ آمدنی حاصل کرنے کا حق "پیشیم"، "خطیب" اور "مجاور" کے عہدوں کے فرائض کی انجام دہی سے مشروط ہے۔

کیس کے اس نقطہ نظر میں، یہ اپیل ناکام ہوجاتی ہے اور اخراجات کے ساتھ خارج کردی جاتی ہے۔

اپیل خارج کردی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this document